سوئے منزل

اہم بزرگوں اور احباب کی جدائی

گزشتہ دنوں مندرجہ ذیل حضرات اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

--- ○ حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی، کراچی
--- ○ حضرت مولانا سراج الدین، ڈیرہ اسماعیل خان
--- ○ حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش، کراچی
--- ○ حضرت مولانا عبید اللہ چترالی، پشاور
--- ○ حضرت مولانا عبد العلی جالندھری، فیصل آباد
--- ○ حاجی عبد الشکور قریشی، حیدر آباد سندھ
--- ○ حاجی محمد صدیق ہاشمی، کھیالی گوجرانوالہ
--- ○ والدہ محترمہ حاجی حافظ شیخ نذیر احمد، گوجرانوالہ

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔ (ادارہ)

بقیہ: خلیج عرب یہود و نصاریٰ اور شیخ الہندؒ

حکومت کے خلاف سازش کر رہے تھے اور سزا کاٹنے کے لیے دور دراز ملک مالٹا بھیج دیا گیا۔ شیخ الہند نے ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء سے ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء تک مالٹا میں قید کاٹی اور "شریفی علماء" کے فتووں کو مسترد کر کے ہندوستانی مسلمانوں کی نظروں میں محترم ٹھہرے۔ رہائی کے بعد وطن واپس پہنچتے ہی انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف فتویٰ دیا جس میں قرآن کے یہ احکامات بھی شامل تھے کہ "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست اور مددگار مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست اور مددگار بنائے وہ بھی ان میں سے ہے۔"

آج جو علماء قرآنی احکامات کو نظرانداز کر کے امریکیوں کی حمایت میں فتوے جاری کر رہے ہیں وہ مختار مسعود کی طرح اپنی تاریخ سے نابلد ہیں۔ ان کا کردار مولوی عبد الحق حقانی جیسے "شریفی علماء" سے مختلف نہیں ہے جنہیں تاریخ فراموش کر چکی ہے لیکن وہ علماء جو افغانستان پر متوقع امریکی حملے کے خلاف ڈٹ چکے ہیں اور جنہیں "شریفی علماء" کے فتووں کی پرواہ نہیں وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی روایت کے وارث ہیں۔ اگر ٹائن بی آج زندہ ہوتا تو ایسے بہادر اور نڈر علماء کو دیکھ کر اسلام کے مستقبل پر ایک نئی کتاب ضرور لکھ ڈالتا جس میں اعتراف کرتا کہ جنہیں اپنی پرانی تاریخ یاد ہو وہی نئی تاریخ رقم کر سکتے ہیں۔

کیا مگر وہ بھی کمزوری کی حالت میں ہی رہے۔ آج مسلمان دنیا کی انتہائی پس ماندہ قوم سمجھی جاتی ہے جن کا نہ کوئی اپنا کلچر ہے، نہ تہذیب اور نہ اخلاق۔ وہ اپنا دماغ اور اپنی سوچ تک گنوا بیٹھے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کا دین اسلام بالکل سچا ہے اور وہ قیامت تک قائم رہے گا مگر اس کے پیروکار ہی اس کے اصولوں کو ترک کر کے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دلیل اور برہان کے لحاظ سے تو دین اسلام ہمیشہ غالب رہا ہے مگر خدا تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ اسے سیاسی طور پر بھی تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے۔ اس دین کے اصول بلاشبہ ناقابل تنسیخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تمام اقوام عالم کو چیلنج ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ (البقرہ۔ ۲۳) اگر تم سچے ہو تو قرآن پاک جیسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ، مگر یہ چیلنج آج تک کسی نے قبول نہیں کیا جو کہ اللہ کی کتاب اور اس کے دین کی صداقت کی دلیل ہے۔

مسلمانوں کا بحیثیت جماعت فرض تھا کہ دین کے اس سیاسی غلبے کو قائم رکھتے جو خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں حاصل ہوگیا تھا، مگر ان کی نالائقی کی وجہ سے کامیابی بھی ناکامی میں تبدیل ہوگئی۔ اس سورۃ سے یہی سمجھانا مقصود ہے کہ لوگو! واقعہ حدیبیہ، فتح خیبر اور پھر فتح مکہ کو پیش نظر رکھو۔ آج بھی تم میں وہی جذبہ اطاعت وجہاد قائم رہنا چاہیے جو مذکورہ مواقع پر مسلمانوں میں موجود تھا۔ جب تک یہ جذبہ موجود تھا، دنیا پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور جب یہ جذبہ نرم پڑ گیا تو پھر مسلمانوں میں نہ سیاسی غلبہ رہا، نہ اخلاقی، نہ معاشی اور نہ معاشرتی۔ یہ خود دوسروں کے دست نگر بن گئے اور قعر مذلت میں جا گرے۔

بقیہ: اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ

بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر اعتراضات کی گنجائش ہے مگر جگہ کی کمی کے باعث ممکن نہیں۔ شاید آئندہ تحریر میں ان کو شامل کر سکوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ باتیں ہمارے لیے تکلیف دہ ہیں مگر اس قسم کی جو کتابیں چھپ رہی ہیں ان کا توڑ یہ نہیں ہے کہ ایک جلسہ جلوس نکال کر یا ان کے خلاف جلی کٹی تنقید لکھ کر چھاپ دی جائے یا ناشر اور مصنف کے نام احتجاجی خطوط روانہ کر دیے جائیں۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ان کتابوں کا علمی بدل فراہم کیا جائے۔ ہمارے درمیان اعلیٰ سطح پر ایسے ادارے قائم ہوں جو خود علوم کو نئے ڈھنگ پر مرتب کر ڈالیں۔ وہ انسانی ذہن کو تحقیق و تصنیف کے اس مقام پر پہنچ کر خطاب کریں جہاں سے دوسرے لوگ اس کو خطاب کر رہے ہیں۔ دوسری کوئی بھی صورت اس فتنہ کے مقابلہ کی نہیں۔